یارانِ کہن

گزارش

اگر اس کتاب کے ہر مضمون میں آپ کو سالک نظر آئے تو اس پر بدکنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تذکرہ ہی صرف ان بزرگوں کا ہے، جن سے سالک کے براہِ راست روابط قائم ہوئے۔ لہٰذا اس میں جابجا "صیغۂ واحد متکلّم" کا استعمال ناگزیر تھا۔

اس تذکرے سے اُن بزرگوں کے سوانحِ حیات لکھنا یا اُن کی تصانیف پر تبصرہ کرنا مقصود نہیں، صرف ان کی شخصیتوں کی ہلکی سی جھلک دکھانا منظور ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اس مقصد میں ناکام نہیں رہا۔

یہ کتاب آغا شورش کے "توائی ڈالنے" کی وجہ سے صرف چند روز میں لکھی گئی ہے۔ اس لیے اگر اس میں کوئی ایسے اسقام نظر آئیں، جو اہلِ ذوق کے نزدیک میرے اسلوبِ تحریر کے شایاں نہ ہوں تو اُن کی ذمّہ داری اُسی "بلائے بے درماں" کے سر ہے، جس کو شورش کہتے ہیں اور جس کی کسی ضد سے میں سرتابی نہیں کر سکتا۔

مسلم ٹاؤن لاہور، یکم دسمبر ۱۹۵۵ء

عبدالمجید سالک

مولانا ابوالکلام آزاد

جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی بے ریش و بروت انسان تھے اور نوعمری
کے باوجود علم وفضل اور لسانی و طراری کے اعتبار سے اپنے ہمسروں اور ہمعصروں
سے کوسوں آگے تھے۔ بمبئی میں آغا حشر۔ ابونصر آہ۔ اور نظیر حسن سخا کے ساتھ
عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کیا کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے ایک ماہانہ
رسالہ "بلاغ" بھی نکالتے تھے۔ مناظروں کے سلسلے میں انہیں مرزا غلام احمد
قادیانی کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے
مقابلے میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔ یاروں کا یہ مجمع ایک دفعہ تو فیصلہ ہی
کر چکا تھا کہ پنجاب جائیں اور مرزا صاحب سے ملیں۔ لیکن اتفاقات زمانہ کی وجہ سے

یہ فیصلہ عمل میں نہ آسکا۔ بہرحال مولانا ابوالکلام مرزا صاحب کے دعوائے مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا۔ تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔

ابوالکلام اور الہلال

مولانا شبلی نوعمر ابوالکلام آزاد کی علمیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے "الندوہ" کی ادارت انہیں سونپ دی۔ مولانا کی نوعمری کی وجہ سے اکثر بزرگوں کو یقین نہ آتا تھا کہ جو فاضل جلیل "الندوہ" میں مضامین لکھتا ہے وہ یہی لڑکا ہے بلکہ مولانا حالی تو ایک دفعہ مولانا ابوالکلام کو مولانا ابوالکلام آزاد کا صاحبزادہ سمجھ بیٹھے تھے اور بعد میں بیحد حیرت اور ندامت کا اظہار کیا تھا۔ موجودہ صدی کے عشرۂ دوم کے آغاز میں مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کا صحیفہ "الہلال" اس شان و شوکت سے خطابت و صحافت کے افق پر جلوہ گر ہوئے کہ ملک بھر کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ مسلمانوں کو اس سے پیشتر نہ تو ایسے روشن طبع، طباع و طرار اور ادیب و خطیب عالم دین کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اور نہ ایسا اخبار ہی کبھی جاری ہوا تھا۔ جو اعلیٰ درجے کے کاغذ پر، نسخ ٹائپ میں، باتصویر اور بہترین مغربی ٹھاٹھ سے منصۂ شہود پر آیا ہو۔ علوم و السنۂ مشرقیہ کے شیدائی، ادب و دانش کی خوبیوں کے رسیا اور مسلمانوں